نکتۂ نظر

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری*

موجودہ دور میں ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

(آخری قسط)

یہ مسئلہ آج کل وسیع پیمانے پر غور وفکر کا موضوع بنا ہوا ہے، فاضل مضمون نگار نے ایک نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ مزید غور وفکر اور مسئلہ پر سنجیدہ بحث یا مخالفت میں ''الحق'' کے صفحات حاضر ہیں۔...... (ادارہ)

انٹرنیٹ کا استعمال:

دینی مقاصد کے لئے انٹرنیٹ کے استعمال میں ٹی وی کے مقابلے میں کم اشکال ہے، کیونکہ انٹرنیٹ کے لئے تصویر ضروری نہیں، جبکہ ٹی وی کا بے تصویر، تصور نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اسلام کے معارف واشاعت، صحیح عقائد ونظریات کی ترویج اور باطل عقائد ونظریات کی تردید پر نیز فقہ وفتاویٰ کی سہولت کے لئے انٹرنیٹ کا استعمال بلاشبہ درست ہے۔

تصویر کا حکم:

رہی یہ بات کہ علماء حق کے بیانات اور قرآن کریم کی تلاوت وتفسیر با تصویر لانا۔ یہ بہر حال قابل غور وتامل ہے۔ کیونکہ ذی روح کی تصاویر کی حرمت کا مسئلہ بہت قدیم بھی ہے اور کم از کم ہندو پاک کے مستند علماء کا متفق علیہ بھی۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ لکھتے ہیں:

''تصویر کشی صرف اسی کا نام نہیں کہ قلم سے تصویر بنائی جائے، یا پتھر وغیرہ کا بت تراشا جائے، بلکہ وہ تمام صورتیں تصویر کشی میں داخل ہیں جن کے ذریعہ تصویریں تیار ہوتی ہیں، خواہ وہ آلات قدیمہ کے ذریعہ ہو یا آلات جدیدہ فوٹو گرافی اور طباعت وغیرہ سے۔ کیونکہ آلات وذرائع کی تخصص، ظاہر ہے کہ کسی کام میں مقصود نہیں ہوتی، احکام کا تعلق اصل مقصد سے ہوتا ہے۔ اس لئے، جیسے قلم، ذریعہ تصویر کشی ہے ایسے ہی طباعت اور آلات فوٹو گرافی ذریعہ تصویر سازی ہیں، بلکہ بلا واسطہ آلہ کے تو کوئی تصویر بھی نہیں بنتی۔ کیا قلم آلہ نہیں ہے۔ پھر آلات کے احکام مختلف ہونے کے کوئی معنی نہیں، اس بیان

* مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ مبارکپور اعظم گڑھ (یوپی)

سے مسائل ذیل مستفاد ہوتے ہیں۔"

مسئلہ۔ جیسے قلم سے تصویر کھینچنا ناجائز ہے ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا یا سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا یہ بھی ناجائز ہے۔ (۱۱)

امام نوویؒ شارح مسلم فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب شوافع اور ان کے علاوہ دیگر علماء کہتے ہیں کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے، گناہ کبیرہ میں سے ہے، اس پر سخت وعید ہے جو کہ احادیث میں مذکور ہے۔ خواہ پامال تصویر بنائے یا غیر پامال۔ ہر حال میں تصویر بنانا حرام ہے۔ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کی نقل اتارنا ہے، اور خواہ، وہ کپڑے میں ہو یا فرش میں، یا درہم یا دینار یا پیسے یا برتن، یا دیوار وغیرہ میں۔ لیکن درختوں، اونٹ کے کجاوہ وغیرہ ایسی چیزوں کی تصویریں، جو ذی روح نہیں، ان کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے، یہ تو تصویر بنانے کا حکم ہوا۔ رہا ان چیزوں کا استعمال جن میں ذی روح کی تصویر بنی ہو، تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ دیوار پر معلق، یا پہنے ہوئے کپڑے یا عمامہ وغیرہ ایسی چیزوں میں ہو جو عادۃً ذلیل وحقیر نہیں سمجھی جاتیں تو ان کا استعمال حرام ہے۔ اور اگر پامال فرش یا کسی گدے اور تکیہ وغیرہ میں ہو جو عادۃً ذلیل و پامال ہوتے ہیں تو حرام نہیں۔ اور کیا اس قسم کی تصویریں بھی ملائکۂ رحمت کے گھر میں داخل ہونے سے مانع ہوتی ہیں؟ اس میں کلام ہے، ہم عنقریب انشاء اللہ، اسے ذکر کریں گے۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ یہ تصویریں مجسم ہوں، جنکا سایہ پڑتا ہے، یا مجسم نہ ہوں جن کا سایہ نہیں پڑتا۔ یہ ہے خلاصہ تصویر کے مسئلہ میں ہمارے مذہب کا۔ اور اسی کے قائل ہیں جمہور علماء بھی صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے لوگ۔ اور یہی مذہب ہے سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کا، اور بعض سلف نے کہا ہے کہ صرف ان تصاویر سے روکا جائے گا جو سایہ دار ہوں۔ اور ان تصویروں میں کوئی حرج نہیں جن کا سایہ نہ ہو۔ یہ مذہب باطل ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مصور پردہ سے انکار کیا تھا، اس میں کوئی شک نہیں کرسکتا کہ اس کا استعمال مذموم ہے۔ حالانکہ اس میں غیر سایہ والی تصویر تھی۔ علاوہ ازیں وہ دیگر احادیث جو ہر قسم کی تصاویر کے بارے میں مطلق ہیں۔ امام زہریؒ نے فرمایا تصویر کی ممانعت علی العموم ہے، اسی طرح ان چیزوں کا استعمال جس میں یہ تصویریں ہیں، اور اس گھر میں داخل ہونا جن میں یہ تصویریں ہوں۔ خواہ کپڑے پر نقش کی صورت میں، یا پھر نقش کے، اور خواہ دیوار پر ہوں یا کپڑے یا فرش پر، پامال ہوں یا غیر پامال۔ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے خاص طور سے نمرقہ (گدے) والی حدیث جسے امام مسلمؒ نے ذکر کیا ہے۔ یہ مذہب قوی ہے، کچھ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ جو تصویریں کپڑے پر نقش کے طور پر ہوں وہ جائز ہیں، پامال ہوں یا غیر پامال۔ دیوار پر لٹکے ہوں یا نہ لٹکے ہوں۔ ان حضرات نے ان تصاویر کو ناپسند کیا جو سایہ دار ہوں یا دیوار یا اس کے مشابہ چیزوں پر بنی ہوں، خواہ نقش ہوں یا ان کے علاوہ ان حضرات نے بعض احادیث میں آئے ہوئے الفاظ الا ما کان رقماً في ثوب سے استدلال کیا ہے۔ یہ قاسم بن محمد کا مذہب ہے۔ اور علماء نے اجماع کیا ہے

کہ سایہ دار تصویریں بھی منع ہیں اور انہیں بدل دینا واجب ہے۔ (۱۲)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

یہ احادیث، حیوان کی تصویر کی حرمت کے سلسلے میں صریح ہیں اور یہ کہ ایسا کرنا سخت حرام ہے یہی سارے علماء کا مذہب ہے۔ (۱۳)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، امام نووی کی سابقہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ سایہ دار اور غیر سایہ دار، ہر ایک کے سلسلے میں حرمت کی تعمیم ہر دلالت کرنے والی وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو مدینہ جائے اور وہاں جا کر کسی بت کو توڑے بغیر اور کسی تصویر کو بگاڑے بغیر نہ چھوڑے؟ اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ جو دوبارہ اس طرح کی چیز بنائے، اس نے اس دین کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ (۱۴)

علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں:

توضیح میں ہے ہمارے اصحاب اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے۔ اور وہ کبائر میں سے ہے۔ خواہ پامال تصاویر بنائے یا غیر پامال۔ ہر حال میں حرام ہے۔ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق کی مشابہت اختیار کرنا ہے۔ یہ تصاویر خواہ کپڑے میں ہوں یا فرش میں، دینار میں ہوں یا درہم و پیسے میں، برتن میں ہوں یا دیوار میں۔ لیکن وہ تصاویر جن میں کسی جاندار کی تصویر نہ ہو، مثلاً درخت وغیرہ کی تصویر، تو وہ حرام نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ سایہ دار اور بے سایہ دار، ہر قسم کی تصاویر کا ایک جیسا ہے، اس کی قائل ہے علماء کی ایک جماعت مالکؒ، ثوریؒ اور ابوحنیفہؒ وغیرہ۔ (۱۵)

مضحکہ خیز صورت حال:

ذی روح تصاویر کی حرمت کے بارے میں یہ عبارتیں بالکل واضح اور شافی و کافی ہیں، ان حالات میں علماء کرام کے لئے کیا وجہ جواز ہے کہ وہ اپنی تصویریں کھنچوائیں، اخبارات کو دیں، ٹی وی پر آئیں، انٹرنیٹ پر باتصویر پروگرام پیش کریں۔ مگر آج جو صورتِ حال ہے وہ یہ ہے کہ:

''اخبار والے تصویر مانگتے ہیں تو بڑے سے بڑا عالم اپنی جیب سے تصویر نکال کر اس کو دیتا ہے اور فتویٰ دیتا ہے کہ تصویر حرام ہے۔'' (۱۶)

''تصویر کا مسئلہ حقیقت میں عجیب نازک مسئلہ ہو گیا ہے، بایں معنی کہ ہم اس میں مبتلا ہیں اور بہت کم لوگ ہیں جو چہرہ پر رومال ڈال لیا کریں، یا مجلس چھوڑ کر چلے جائیں، ایسا شاذ و نادر ہے، اور دوسری طرف اگر فتویٰ پوچھا جائے تو ہم سب حرمت کی بات کہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر یہ جو دورخی صورت حال پیدا ہو گئی ہے اس سے خود

اپنے ذہن پر بڑا بوجھ پڑتا ہے۔ کئی مواقع پر، ہمیں خاموش رہنا پڑتا ہے، اور اپنے بزرگوں کو بھی دیکھا ہے کہ وہ خاموش رہ گئے، کبھی ایسا لگتا ہے کہ "سکوت عن الحق" کا جرم تو ہم نہیں کرتے، کبھی ضرورت کی مجبوری سامنے آتی ہے، بہت صفائی کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ذہن اس پر بہت پریشان رہتا ہے۔......... یہ میں ضرور چاہتا ہوں کہ ہم سب علماء اس پر غور کریں یعنی چند سوالات پر، کہ حرمت کا لفظ، ہمارے یہاں اس کے لئے ضروری شرائط کیا ہیں، کس کو ہم حرام کہہ سکتے ہیں، کس کو مکروہ کہہ سکتے ہیں، کس کو مکروہ تحریمی کہہ سکتے ہیں۔ کس کو ہم مکروہ تنزیہی کہہ سکتے ہیں۔ دلائل کی قطعیت اپنے ثبوت کے اعتبار سے اور دلائل کی قطعیت اپنی دلالت کے اعتبار سے۔ آپ سب کو معلوم ہوگا کہ لفظ حرام کا استعمال ہم کو کہاں کرنا چاہئے۔ اور کراہت کا کہاں اور کراہت تنزیہی کا کہاں اور اباحت کا کہاں، یہ جو احکام شرعی ہیں، اباحت، پھر استحباب اور پھر سنت کا درجہ اور پھر فریضہ اور واجب کا درجہ اور اسی طرح حرمت اور اس کے بعد کراہت تحریمی اور اس کے بعد کراہت تنزیہی، یہ جو مختلف مدارج ہیں احکام کے، یقیناً ہمارے سب علماء کی نظر میں ضرور ہوں گے۔ اور وہ اس کو بھی جانتے ہوں گے کہ کس لفظ کا کہاں استعمال ہوگا۔........... اس لئے علی الاطلاق نہ آپ جواز کی پوزیشن میں ہیں نہ علی الاطلاق بات حرمت کی کہنے کی پوزیشن میں ہیں، اس کو نوٹ کر لیجئے۔ یہ سب سوالات ابھر رہے ہیں، ان حالات میں مسئلہ تو تصویر کا ہے اور بہت نازک ہے اور یہ نزاکت مضحکہ خیز بنتی جاری ہے۔ (۱۷)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دار العلوم دیوبند سمیت تمام مدارس اسلامیہ کے مفتیان کرام ٹی وی کی حرمت اور اس کو اچھے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے عدم جواز پر مشتمل جو فتاوی دیتے ہیں وہ بیشتر علمائے کرام کی سرگرمیوں سے میل نہیں کھاتے۔ آج بہت کم علمائے دین ایسے ہیں جو فوٹو گرافی سے اپنا دامن بچا پاتے ہیں۔ مدارس عربیہ میں تصویر کشی اب وبائی شکل اختیار کر گئی ہے۔ ہر حلقے اور طبقے کے اجتماعات اور کانفرنسوں میں علی الاعلان فوٹو گرافی اور ویڈیو گرافی ہوتی ہے بعض اجتماعات ٹی وی چینل پر دکھائے جاتے ہیں ان اجتماعات میں ملک کے ممتاز علماء اور ارباب افتاء شرکت فرماتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ علمائے کرام عملی طور پر ٹی وی کے استعمال کو جائز سمجھنے لگے ہیں مگر ابھی نظریاتی طور پر متفق نہیں ہو سکے۔

بہت سے ایسے مسائل ہیں جن پر ہمارے علماء نے سکوتی اجماع کر لیا ہے، سکوتی رائے سے قبول کر لیا ہے۔ بس زبانی طور پر اسے قبول کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں تصویر کا مسئلہ بھی ہے کہ جہاں بہت سے علماء، اگر ان سے پوچھے کہ تصویر جائز ہے یا ناجائز، تو فوراً کہیں گے ناجائز ہے، لیکن جہاں تصویر کھینچی جا رہی ہوگی وہاں پر رہیں گے بھی اور بہت سی تصویریں ایسی نظر آئیں گی جن کو دیکھ کر آدمی کہہ سکتا ہے کہ باقاعدہ اسے کھنچوایا گیا ہے، تو یہ دوہرا رویہ، میرا خیال ہے ختم ہونا چاہئے۔

تصویر کے مسئلے میں مذکورہ حقائق، تلخ ضرور ہیں۔ لیکن ان کے حقائق ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے۔ اور

ظاہر ہے کہ اس سے علماء کرام کا وقار مجروح ہوتا ہے، اور اس دہرے معیار کی کوئی قابل قبول توجیہ نہیں پیش کی جاسکتی۔

سوال یہ ہے کہ یہ صورت حال، آخر کب تک باقی رہے گی؟ یا تو تمام مدارس دینیہ، خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے اور تمام علماء کرام، خواہ کسی سطح کے ہوں، ممنوع تصویر کشی سے باز آجائیں اور سختی کے ساتھ اس پر کاربند ہو جائیں۔ اسی طرح تمام جماعتیں اور دینی ادارے اسے روبعمل لائیں، اور تصویر کشی وفوٹو کے متعلق جو فتاوے، کتب فتاویٰ میں موجود ہیں، یا پوچھنے پر، دیے جاتے ہیں، انہیں کے مطابق ان کی ظاہری زندگی ہو۔

کیا یہ ممکن ہے؟ تمام اربابِ افتاء، علماء کرام اور مدارس کو اس پر غور کرنا چاہئے۔

حل کیا ہے؟

فوٹو کھینچنے اور کھنچوانے کے سلسلے میں خواص دین یعنی خود علماء کرام اور مدارس دینیہ کا جو ابتلاء عام ہے، اس کے حل کی ایک اور صورت بھی ہے، اس پر بھی غور کی ضرورت ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی کسی چیز کا ابتلاء عام بھی، اس پر از سرنو شرعی غور کا متقاضی ہوتا ہے۔

اس کی دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

جس زمانہ میں منی آرڈر سے روپے بھیجنے کا سلسلہ شروع ہوا تھا، مفتیان کرام کے درمیان اس کے جواز اور عدمِ جواز کی بحث چھڑ گئی تھی، اس طرح کے کئی سوال وجواب امداد الفتاویٰ میں جلد سوم ص ۱۴۲ تا ص ۱۴۶ پر موجود ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ابتداءً اسے ناجائز قرار دیا۔ اس میں عموم بلویٰ کو بھی تسلیم نہیں کیا اور یہ بھی لکھا کہ:

''عموم بلویٰ طہارت ونجاسات میں مؤثر ہے، نہ کہ حلت اور حرمت میں۔''(۱۸)

لیکن دوسرے فتوے میں ابتلاء عام کو تسلیم کیا اور یوں لکھا:

''البتہ فیس کو اجرت، کتابت وروانگی فارم کی کہہ کر حرمت تفاضل کو رفع کیا جاسکتا ہے۔ لیکن کراہت سفتجہ کے رفع کی کوئی وجہ خیال ہی نہیں آتی۔ گو ابتلاء عام کی وجہ سے دل ضرور چاہتا ہے کہ اس کی بھی کوئی وجہ نکل آوے۔ اور اکثر غور بھی کیا جاتا ہے۔ اور اس کا بھی انتظار رہتا ہے کہ کوئی دوسرے صاحب علم مطلع فرمادیں۔ حتی کہ اگر یہ بھی نقل صحیح سے معلوم ہو جائے کہ سفتج کے جواز کی طرف ائمہ رابعہ میں سے کوئی امام گئے ہیں تب بھی بضرورت اس پر عمل کرنے کو جائز کہا جاوے گا۔''(۱۹)

پھر تیسرے فتوے میں منی آرڈر کے جواز کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''چونکہ اس میں ابتلائے عام ہے اس لئے یہ تاویل کر کے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔''(۲۰)

دوسری مثال لاؤڈ اسپیکر کی ہے، اس کے آغاز میں بھی جائز وناجائز کی گفتگو شروع ہوئی تھی۔ چنانچہ اس ذیل میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ اپنے رسالہ ''آلۂ مکبر الصوت کے شرعی احکام'' کے مقدمہ میں تحریر

فرماتے ہیں:

''یہ رسالہ پہلی مرتبہ ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوا تھا، جبکہ نہ آلۂ مکبر الصوت کے استعمال میں ابتلاء عام تھا۔ اور نہ اس کی حقیقت کا پورا انکشاف ہوا تھا۔ اس میں اس آلہ کے نماز میں استعمال کی ممانعت کے ساتھ یہ بھی لکھا گیا تھا کہ جو نماز اس کی مدد سے ادا کی جائے وہ نماز فاسد ہے۔ اس وقت بھی بعض اکابر علماء نے فساد نماز کے حکم سے اختلاف کیا تھا۔ مگر حکم فساد میں ایک احتیاط کا پہلو تھا اس لئے فوری طور پر اس معاملہ میں زیادہ بحث ونظر کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ اس کے بعد جب اس کا استعمال دنیا کی عام مساجد میں، بالخصوص حرمین میں ہونے لگا اور حجاج وزائرین کو ابتلاء شدید پیش آیا تو اطراف عالم کے سوالات اور تقاضوں سے اس کی ضرورت شدید ہوتی چلی گئی کہ اس پر غور وفکر اور بحث ونظر کر کے اگر اصول فقہیہ کے ماتحت کوئی گنجائش نکلتی ہے تو عام مسلمانوں کی نمازوں کو فاسد کہنے کے بجائے رخصت وگنجائش سے کام لیا جائے۔ چنانچہ استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ اور احقر ناکارہ نے مسئلہ کے ہر پہلو پر اپنی مقدرت وبصیرت کی حد تک دوبارہ غور کیا۔''

پھر آگے تحریر ہے کہ دوبارہ غور کا نتیجہ، لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ ادا کی گئی نمازوں کے عدم فساد کا تھا۔

ان دونوں مثالوں سے درج ذیل باتیں واضح طور پر سامنے آئیں:

۱- ابتلاء عام کے وقت کسی مسئلہ پر دوبارہ غور کر کے جواز کی راہ تلاش کرنا معیوب نہیں۔ اکابر علماء سے ثابت ہے۔

۲- اگر کسی معاملے میں مسلمانوں کے خواص وعوام سبھی مبتلا ہوں، اور اس سے خلاصی کی صورت ممکن نظر نہ آتی ہو تو سب کو گنہگار قرار دینے کے بجائے قواعد فقہیہ کے ماتحت رخصت وگنجائش سے کام لینا چاہئے۔

۳- اس سلسلے میں ائمہ اربعہ میں سے کسی بھی امام کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

تصویر کے معاملہ میں گنجائش کی صورت:

اب دیکھنا یہ ہے کہ تصویر کے معاملے میں گنجائش کی صورت کیا ہے۔

اس بحث کے آغاز میں تصویر کی دو قسمیں بیان کی گئی تھیں:

۱- مجسمہ ۲- غیر مجسمہ مجسمہ یعنی سایہ دار (ذات ظل)..........اور غیر مجسمہ یعنی غیر سایہ دار وغیر ذات ظل۔

فوٹو خواہ کیمرہ سے لیا گیا ہو، یا ٹی وی یا انٹرنیٹ پر آئے، وہ سب غیر ذات ظل (غیر سایہ دار) میں داخل ہے۔ اور غیر سایہ دار تصویر مالکیہ کے یہاں جائز ہے۔ الموموعۃ الفقھیۃ میں ہے:

(قول ثانی اور یہی مالکیہ اور بعض سلف کا مذہب ہے اور حنابلہ میں سے ابن حمدان نے اسی کی موافقت کی ہے وہ یہ کہ تصویر اس وقت تک حرام نہیں جب تک اس میں چند شرائط نہ جمع ہو جائیں۔ پہلی شرط ہے کہ ایسے انسان یا حیوان کی تصویر ہو جس کا سایہ پڑتا ہے، یعنی جسم رکھنے والی مورتی ہو۔ پس اگر مسطح ہو تو اس کا بنانا حرام نہیں ہے، جیسے وہ

تصویریں جو دیوار یا ورق یا کپڑے پر منقوش ہوں۔ لیکن مکروہ ہوگا۔ (۲۱)

اسی کتاب میں دوسری جگہ پر ہے:

مالکیہ اور جن کا ان کے ساتھ ذکر کیا گیا، ان کا مذہب یہ ہے کہ مسطحہ تصاویر کا بنانا مطلقاً مع الکراہت نہیں لیکن اگر تصاویر پامال ہوں تو کراہت نہیں بلکہ خلاف اولیٰ ہوں گی۔ اور کراہت اس وقت زائل ہو جائے گی جب کوئی ایسا عضو کٹا ہوا ہو جس کے بغیر زندگی باقی نہیں رہتی۔ (۲۲)

امام نوویؒ شارح مسلم لکھتے ہیں:

بعض سلف نے کہا ہے کہ تصاویر سے اس وقت منع کیا جائے گا جب سایہ دار ہوں، بے سایہ کی تصاویر میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ مذہب باطل ہے۔ (۲۳)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ وہ تصاویر جائز ہیں جو کپڑے میں نقش کی صورت میں ہوں۔ خواہ پامال ہوں، یا غیر پامال، دیوار میں لٹکی ہوئی ہوں، یا نہ لٹکی ہوئی ہوں۔ اور ان تصاویر کو ناپسند کیا ہے جو سایہ دار ہوں، یا دیواروں میں بنی ہوئی ہوں۔ یا ان کے مشابہ ہوں، خواہ نقش ہوں یا ان کے علاوہ۔ ان حضرات نے اس سلسلہ میں، تصویر کے باب میں وارد بعض احادیث کے الفاظ الارقماً فی ثوب سے استدلال کیا ہے۔ یہ مذہب قاسمؒ بن محمد کا ہے۔ (۲۴)

اس سے معلوم ہو کہ امام نوویؒ نے سابقہ عبارت میں جس مذہب کو باطل قرار دیا ہے، وہ مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک فقیہ قاسمؒ بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ کا مذہب ہے۔

حافظ ابن حجرؒ، قاسم بن محمدؒ کے مذہب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اور امام نوویؒ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس مذہب کو ابن ابی شیبہؒ نے قاسم بن محمدؒ سے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں "ابن عون سے مروی ہے کہ میں قاسم کے یہاں آیا، وہ اس وقت اپنے مکہ کے بالائی علاقہ والے گھر میں تھے، میں نے ان کے گھر میں ایک پردہ دیکھا جس میں قندس اور عنقاء کی تصویریں تھیں۔ پس امام نوویؒ کا، قاسم بن محمدؒ کے مذہب کو باطل کہنا قابل اشکال ہے .... اور قاسم بن محمدؒ فقہائے مدینہ میں سے ایک ہیں اور اپنے زمانہ کے افضل افراد میں ہیں، انہوں نے ہی نمرقہ والی حدیث روایت کی ہے۔ لہٰذا اگر وہ مصور پردہ جیسی چیزوں کی رخصت نہ سمجھتے تو اس پردہ کے استعمال کی اجازت نہ دیتے۔ (۲۵)

حضرت قاسم بن محمدؒ کے مذہب کی تائید، صحابی رسول حضرت زید بن خالد جہنی کے عمل سے بھی ہوتی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی روایت میں ہے۔

بسر بن سعید، زید بن خالد سے وہ حضرت ابوطلحہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہوتی ہے، بسر کہتے ہیں کہ پھر جب زید بیمار ہوئے تو ہم ان کی عیادت کو گئے تو دیکھا کہ ان کے دروازہ پر ایک پردہ پڑا ہوا ہے جس میں تصویریں ہیں، میں نے عبید اللہ، جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کے پروردہ تھے (اور اس وقت میرے ساتھ تھے) سے کہا کہ کیا زید نے ہمیں پہلے ان تصویروں کے بارے میں حدیث نہیں بیان کی تھی؟ عبید اللہ نے جواب دیا ''کیا تم نے ان کی روایت کا وہ جملہ نہیں سنا تھا الارقماً فی ثوب۔''(۲۶)

امام طحاویؒ نے مختلف سندوں سے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر ایک آدمی کی تصویر تھی جو تلوار لٹکائے ہوئے تھا، حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ قائد جنگ فارس کی انگوٹھی پر ایک بارہ سنگھے کی تصویر تھی جس کے اگلے دستوں میں سے ایک مُڑا ہوا تھا، دوسرا کھلا ہوا تھا، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر دو سارس کی تصویر تھی، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر دو شہد کی مکھیوں کی تصویر تھی۔

انہیں آثار و دلائل سے، اکثر علمائے عرب بھی متاثر ہیں۔ وہ غیر سایہ دار تصاویر کے جواز کے قائل ہیں، چنانچہ سید سابق نے فقہ السنۃ ۲/۵۸ پر اس قسم کی تصاویر مع فوٹو گرافی کو جائز لکھا ہے اور علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں

جہاں تک تصویر شمسی ''فوٹو گرافی'' کا تعلق ہے تو اصل اس میں اباحت ہے، البتہ اگر تصویر کا موضوع ہی کوئی حرام شے ہو تو تصویر مباح نہ ہوگی، مثلاً تصویر والے کی دین کے طرز پر تقدیس کرنا، یا اس کی دینوی تعظیم، خاص طور سے اس وقت جبکہ وہ شخص کفار فساق میں سے ہو، جیسے بت پرست، کمیونسٹ اور دین بیزار فنکار۔ (۲۸)

فتح الباری ۱۰/۴۷۵، عمدۃ القاری ۲۲/۴۷ اور نووی شرح مسلم ۲/۱۹۹ دیکھنے سے انداز ہوتا ہے کہ خود امام مالکؒ کا وہی مسلک ہے جو جمہور کا ہے، اور وہ بھی سایہ دار و غیر سایہ دار ہر قسم کی تصاویر کی حرمت کے اسی طرح قائل ہیں جسطرح امام ابوحنیفہؒ و امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ، لیکن مالکیہ اپنے امام کے خلاف غیر سایہ دار تصاویر کے جواز کی طرف گئے ہیں

بہر حال مجموعی اعتبار سے یہ مذہب مرجوح ہے، خواہ مالکیہ نے اختیار کیا ہو یا حضرت قاسم بن محمدؒ نے۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کہتے ہیں:

لیکن اس سلسلے میں وارد ساری احادیث کے جمع کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مذہب مرجوح ہے۔ (۲۹)

مذکورہ ساری تفصیلات کو نظر میں رکھتے ہوئے ارباب افتاء غور فرمائیں کہ تصویر کے موجودہ ابتلاء عام جس میں دین کے اخص الخواص افراد بھی مبتلا رہتے ہیں اس مذہب مرجوح کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اسی سے انٹرنیٹ پر علماء حق کے باتصویر بیان کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ٹی وی اور انٹرنیٹ کو دینی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ضرورت کیوں ہے؟

ٹی وی پر مخرب اخلاق پروگرام کے علاوہ دین و مذہب کو خراب کرنے و دین حق سے بدگمان کرنے والے

، دین حق کے بارے میں شک وشبہ پیدا کرنے والے پروگرام چلاتے ہیں اور اسی قسم کی کیسٹیں تیار کر کے عوام میں پھیلاتے ہیں۔ اسلام کے تعارف کے کام پر کئی باطل فرقوں نے بھی یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔

ٹی وی سے زیادہ خراب صورت حال انٹرنیٹ کی ہے اس میں یہ چیزیں اور بھی زیادہ ہیں یہودی تنظیموں، عیسائی مشنریوں، فرقہ پرست ہندو تنظیموں اور قادیانیوں وغیرہ سبھی نے انٹرنیٹ میں اپنے اپنے پروگرام ڈال رکھے ہیں ان سب کا پہلا نشانہ اسلام، اسلامی عقائد اور مسلمان ہیں۔

اس لئے ضرورت ہے کہ ایسے ٹی وی چینل کھولے جائیں جن سے ان حملوں کا دفاع کیا جاسکے اور جس محاذ سے یہ حملے ہورہے ہیں اسی محاذ سے دفاع کیا جائے، اور اسلام کا مثبت پیغام دنیا تک پہونچایا جائے۔

بقول بعض مفکرین مغربی ممالک نیز مسلم ممالک میں اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے لئے اس قسم کے نظم ونظام کی کافی افادیت محسوس کی جارہی ہے، بلکہ اس کے مطالبے ہورہے ہیں اس لئے کہ ریڈیو ٹی وی وغیرہ سے سب کی دلچسپی گانے اور تماشوں کی وجہ سے ہی نہیں ہوتی بلکہ بہت سے سلیم الفطرت لوگ اپنی ذہنی الجھنوں کا حل اور روحانی علاج بھی چاہتے ہیں ایسے لوگ ان ذرائع کے واسطہ سے نشر کی جانے والی اسلامی تعلیمات سے اسلام کی سچائی تک پہونچ سکتے ہیں اور پہونچتے ہیں۔ (۳۰)

اور انٹرنیٹ کے متعلق صورت حال یہ ہے کہ انٹرنیٹ میں جہاں ایک طرف علم ومعلومات کا بے شمار خزانہ ہے تو دوسری طرف لغو فحش، عریانیت اور غلاظت سے بھرپور مواد کی بھی کمی نہیں ہے مغربی معاشرہ انٹرنیٹ کے ذریعہ تیزی سے پھیلتے ہوئے ان اخلاقی جراثیم کو روکنے سے قاصر ہے، اور اب یہی جراثیم ہمارے گھروں پر بھی دستک دے رہے ہیں۔ انٹرنیٹ کا استعمال اعلی اخلاقی وسماجی اقدار کو قائم کرنے میں کس طرح مؤثر ہو، تاکہ ہماری نوجوان نسل اخلاق باختگی کی شکار نہ ہوسکے۔ یہ آج کے دور کا سب سے بڑا چیلنج بن گیا ہے۔ ہمارے اہل نظر علماء اور دانشور حضرات کو اس امر پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا کہ انٹرنیٹ، سائنس اور ٹکنالوجی کی بالادستی اور ہمہ جہت اقتدار کے نتیجہ میں جو نظام وجود میں آچکا ہے اس کی بنیاد میں کسی فوق الفطرت ہستی کی حاکمیت، روحانیت، خدا پرستی اور للہیت کے لئے کوئی گنجائش اور اعلیٰ اخلاقی وسماجی اقدار کے یقین کے لئے کوئی مسئلہ باقی ہے یا نہیں؟ اس امر کی یقین دہانی نہایت ضروری ہے کہ ہماری نوجوان نسل انٹرنیٹ کے مثبت پہلو سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے اور اس کے منفی پہلو سے حتی الامکان اپنے کو بچا کر رکھتے ہوئے ایک صالح معاشرے کی تشکیل میں اہم رول ادا کرسکے۔'' (۳۱)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے بھی علماء کرام کو اس جانب متوجہ کیا ہے، فرماتے ہیں:

''موجودہ دور میں اسلام دشمن طاقتوں نے جس طرح ذرائع ابلاغ بالخصوص ٹیلی ویژن کو اسلام کے خلاف مکروہ اور شرانگیز پروپیگنڈے کا ذریعہ بنالیا ہے، تو اس کے دفاع کیلئے ہمیں بھی اسلامی چینل قائم کرنے چاہئیں، اور اسلام کا

مثبت پیغام دنیا تک پہونچانا چاہئے۔ تاہم اس جانب اقدام کرنے سے پہلے مسئلہ کے تمام علمی و عملی پہلوؤں کا جائزہ لینا اور اجتماعی موقف اپنانا ضروری ہوگا۔''(۳۲)

حواشی

۱۔ آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۲۸
۲۔ فتاویٰ رحیمیہ ۶/۲۶۹
۳ احسن الفتاویٰ ۸/۳۰۴
۴۔ فتاویٰ معاصرہ ۱/۶۹۴
۵۔ الدرالمختار ۵/۲۴۷ کتاب الحظر والاباحۃ
۶۔ ردالمحتار علی الدرالمختار ۵/۲۴۷
۷۔ الاشباہ والنظائر مع شرح الحموی ۱/۹۷
۸۔ امداد الفتاویٰ ۴/۲۴۶
۹۔ درج بالا سطور میں جو باتیں لکھی گئی ہیں، وہ حضرت تھانویؒ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ امداد الفتاویٰ جلد چہارم صفحہ ۲۵۰ وصفحہ ۲۵۱ پر الجواب سے جو مضمون شروع ہوا ہے، جس میں ابتدا اردو میں ہے، پھر آخر تک عربی میں ہے، اور یہی حصہ زیادہ ہے، ان دونوں حصوں کے مضمون کے خلاصہ کو راقم الحروف نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔
۱۰۔ انفاس عیسیٰ ص ۳۶۸۔
۱۱۔ جواہر الفقہ ۳/۲۲۳
۱۲ نووی علی المسلم ۲/۱۱۹
۱۳۔ نووی علی المسلم ۲/۲۰۱، ۲۰۲
۱۴۔ فتح الباری ۱۰/۴۷۰
۱۵۔ عمدۃ القاری ۲۲/۷۰
۱۶۔ انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ ص ۲۰۰ تقریر مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔
۱۷۔ کتاب مذکور ص ۲۰۲ تقریر مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔
۱۸۔ امداد الفتاویٰ ۳/۱۴۳
۱۹۔ کتاب مذکور ص ۱۴۵
۲۰۔ کتاب مذکور ص ۱۴۶
۲۱۔ الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۲/۱۰۱ التصویر۔
۲۲۔ کتاب مذکور ۱۲/۱۰۷
۲۳۔ نووی علی المسلم ۲/۱۹۹
۲۴۔ نووی علی المسلم ۲/۱۹۸
۲۵۔ فتح الباری ۱۰/۴۷۵
۲۶۔ صحیح بخاری ۲/۸۸۱، مسلم ۲/۲۰۰، نسائی ۲/۲۹۹
۲۷ الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۲/۱۰۹ بحوالہ معانی الآثار للطحاوی ۴/۲۶۳ تا ۲۶۶
۲۸ الحلال والحرام فی الاسلام ص ۱۱۳
۲۹۔ فتح الباری ۱۰/۴۷۴
۳۰۔ انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ ص ۲۷
۳۱۔ انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ ص ۲۲
۳۲۔ ماہنامہ ندائے شاہی مارچ ۲۰۰۴ء